

علی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی (۲۹) جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ ☆ اگست ۲۰۰۲ء

پورا نہ کر سکے، بلکہ شریعت سے خارج امور کی محتاج ہو جائے، اس طرح انہوں نے محض اس گمان پر کہ مصلحت شرعی قواعد کے منافی ہے حق کی معرفت اور اس کی تنفیذ کے صحیح طریقوں کا راستہ بند کر کے شریعت کو معطل کر دیا، حالانکہ وہ اور سب ہی لوگ قطعاً جانتے ہیں کہ مصلحت امر واقع کے مطابق ہے۔ میں تو قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مصلحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے منافی نہیں ہے، ہو سکتا ہے وہ ان لوگوں کے اپنے اجتہاد سے حاصل کردہ فہم شریعت کے خلاف ہو۔ یہ غلط فہمی شریعت اور واقعی حالات کی حیثیت سمجھنے میں کوتاہی اور ان دونوں میں خلط ملط کرنے کا نتیجہ ہے۔

پھر جب اولیائے امور (حکام) نے دیکھا کہ ان کا کام اس گروہ کے فہم شریعت سے نہیں چلتا تو انہوں نے اپنے سیاسی معاملات میں بڑا شر و فساد پھیلا دیا، جس سے حالات اتنے بگڑے کہ صحیح حقائق شریعت جاننے والوں کے لئے بھی ان کا استدراک اور تلاقی اور لوگوں کو ان کی تباہ کاریوں سے باہر نکالنا دشوار ہو گیا۔ اس کے بالمقابل ایک اور گروہ نے بھی افراط سے کام لیا اور اس نے اس صورتحال سے نپٹنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے منافی امور کا جواز گڑھ لیا۔

یہ دونوں گروہ اللہ کی نازل کردہ کتاب میں اس کے بھیجے ہوئے دین کی معرفت میں کوتاہی کی وجہ سے اس جال میں پھنسے، حالانکہ اللہ سبحانہ نے تو اپنے رسول کو بھیجا اور اپنی کتاب اتاری کہ لوگ قسط پر قائم رہیں، یہ وہی عدل ہے جس کی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں، اس لئے جہاں اور جس طریقہ سے بھی عدل کی نشانیاں ظاہر ہوں گی وہیں اللہ کا دین و شریعت ہو گی۔ انسانوں سے زیادہ عالم و عادل اور بڑا حاکم ہونے کی وجہ سے اللہ سبحانہ اس بات سے زیادہ بلند ہے کہ وہ عدل کے طریقوں و نشانیوں کو ایک چیز سے مخصوص کرنے کے باوجود اس سے زیادہ ظاہر و باہر اور قوی دلیل و نشانی والی چیز کو اس کا حصہ نہ بنائے اور اس کے ہوتے ہوئے اس کے

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۳۰۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ ☆ اگست ۲۰۰۲ء
بموجب عمل کا حکم نہ دے، بلکہ اللہ سبحانہ نے تو اپنے مشروع طریقوں
کا مقصد اپنے بندوں کے درمیان قیامِ عدل اور لوگوں سے قسط پر قائم رہنے
کے مطالبہ کو پوری طرح واضح کر دیا ہے، اس لئے جس طریقہ سے بھی عدل
و قسط قائم کرنے کا مقصد حاصل کیا جائے گا وہ دین میں شمار ہوگا اور اس
کے مخالف نہ ہوگا۔

اس لئے یہ نہیں کہا جائے گا کہ عادل سیاست منطوقی شرع کے خلاف ہے،
بلکہ وہ دین کی لائی ہوئی شریعت کے موافق اور اس کے اجزاء کا ایک حصہ
ہے۔ ہم اقامتِ عدل کا نام سیاست لوگوں میں رائج اصطلاح کی وجہ سے
رکھتے ہیں، ورنہ وہ تو اللہ اور اس کے رسول کا عدل ہے جو ان علامات اور
نشانیوں (سیاست و مصلحت) میں ظاہر ہوا۔ (حوالہ سابق، ص ۲۵، ۱۸)

ہم نے اتنا طویل اقتباس اس لئے دیا ہے کہ امام ابن قیمؒ کے کلام کو بہت زیادہ غلط سمجھا گیا ہے۔
بہت کم لوگ اس کو صحیح سمجھ سکے ہیں۔ ان کے کلام میں وقتی جزئی مصالح اور زمان و مکان کے
اختلاف سے متاثر نہ ہونے والے مصالح کے درمیان بہت باریک فرق کیا گیا ہے، اگر اس فرق کو
لمحوظ نہ رکھا جائے تو اشتباہ اور غلط ملط ہوگا۔

ابن قیمؒ کی دوسری کتاب 'احکام اہل الذمہ' کی خاص اہمیت ہے، اس لئے کہ اس میں
ایک مخصوص موضوع "اسلامی حکومت میں غیر مسلم اقلیات" پر مستقل بحث ہے، اس پر انہوں نے
مختلف زاویوں سے غور کیا، اور حضرت عمر بن خطابؓ کی شام کے عیسائیوں سے شرائطِ صلح پر اپنی کتاب
کی بنیاد رکھی، پہلے انہوں نے ان شرائطِ صلح کی مختلف روایات کی نصوص کی باریک بینی سے تحقیق کی،
پھر درج ذیل موضوعات پر تفصیل سے بحث کی:

- ۱۔ عقائد و عبادات کی حریت، اہل ذمہ کے عبادت گھروں اور ان کے شعائر و دینی تہواروں سے
متعلق اسلام کا نقطہ نظر، نیز کون سے شعائر و تہواروں کا اعلان و اظہار جائز ہے اور کس کا نہیں؟
- ۲۔ اسلامی جنائی تشریعات وغیرہ کی اہل ذمہ پر کس حد تک تنفیذ ہوتی ہے؟
- ۳۔ اہل ذمہ کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والے جرائم کی سزائیں۔
- ۴۔ اہل ذمہ اور مسلمانوں کے درمیان مالی و تجارتی معاملات۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۳۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ ☆ اگست ۲۰۰۲ء

۵۔ اہل ذمہ کے پرسنل لاء (یعنی شادی بیاہ، طلاق، میراث وغیرہ) کے مسائل۔

۶۔ اہل ذمہ اور مسلمانوں کے درمیان معاشرتی تعلقات۔

۷۔ اہل ذمہ اور مسلمانوں پر مالی ٹیکسوں کا موازنہ۔

۸۔ وہ جگہیں جہاں اہل ذمہ کا داخلہ و قیام ناجائز ہے۔

۹۔ اہل ذمہ اور مسلمانوں کے درمیان لباس و مظہر وغیرہ میں امتیاز۔

خاتمہ بحث:

سیاسی فقہ کی مشہور کتابوں کے اس مختصر جائزہ سے دو حقیقتیں واضح ہوتی ہیں:

اول: سیاسی فقہ کی مذکورہ بالا کتابیں خیالی دنیا میں گشت لگانے والی نظری تحریریں نہیں ہیں، جیسے کہ فلاسفہ یونان کی کتابیں سیاسی فکر پر گفتگو کے وقت خواب و خیال کی غیر واقعی دنیا میں پرواز کرتی ہیں، چنانچہ جمہوریہ افلاطون کا قاری جانتا ہے کہ اس کے تصورات خیالی ہیں، لیکن سیاسی فقہ کی اسلامی کتابیں عملی تھیں۔ انہوں نے امر واقع کا سامنا کیا، بلکہ ان میں سے بیشتر تو اصحاب اقتدار کے حکم سے عمل اور تنفیذ ہی کے لئے لکھی گئیں، جیسے قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ نے خلیفہ ہارون رشید کی فرمائش پر کتاب الخراج لکھی تھی، اسی طرح ماوردیؒ نے خلیفہ وقت کے حکم سے الاحکام السلطانیہ تحریر کی، اور امام ابن تیمیہؒ نے السیاسة الشرعیہ میں حکام مصر کو مخاطب کیا، ایسی اور مثالیں بھی اوپر گزر چکی ہیں، اس لئے اسلامی سیاسی فقہ کی تالیفات نظری کے ساتھ عملی پہلو بھی لئے ہوئے ہوتی تھیں۔ انہوں نے مسائل وقت کا علاج کیا اور ضروریات زمانہ کو پورا کیا، نیز حکومت سے متعلق صحیح اسلامی تصورات و نظریات کو سابق روشن تاریخی مثالوں اور غمونوں سے اجاگر کیا۔

دوم: سیاسی فقہ کی ان کتابوں نے مختلف زمانوں کے مسائل و مشاكل کے حل کے ساتھ اسلامی حکومت کے ارتقاء کے مطابق اس کے سیاسی نظام کے کسی گوشے کو تشہ نہیں چھوڑا، چنانچہ جوینیؒ نے حکومت اور اس کے نظام پر کافی و شافی بحث کی، شیبانیؒ نے عالمی تعلقات کا احاطہ کیا، ابن قیمؒ نے غیر مسلم اقلیات کا حق ادا کیا، ابن سلامؒ نے مالی نظام کا خاکہ پیش کیا اور دیگر مؤلفین نے عدالتی نظام کی تفصیلات فراہم کیں۔

نئی صدی، نئی سوچ، نیا انداز

آپ کا پسندیدہ مشروب

روح افزا

خوب صورت اور مضبوط، ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ

'PET' بوتل

میں دستیاب ہے



اور ہاں! ہر 'PET' بوتل میں 50 ملی لیٹر زیادہ روح افزا بھی



راحت و جان
روح افزا
مشروب مشرق



مفت ذائقہ آزمائش کے لیے درخواستیں قبول کی جاتی ہیں۔
تفصیلی معلومات کے لیے براہ کرم راسیلو جاراید سے رابطہ کریں۔
www.rasailojaraid.com

www.rasailojaraid.com

قید و جیل کے شرعی احکام

صومیدار لطیف اللہ

قید و جیل میں قیدیوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی ممانعت

اسلام میں قانون کی نظر میں مسلم، غیر مسلم، حاکم، محکوم، امیر، غریب، مزدور اور آقا سب برابر ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

”يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ“ (۳۵)

(اے داؤد علیہ السلام ہم نے تجھے زمین میں حاکم بنایا ہے سو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے)

اسلامی ریاست میں قانون کو بالادستی حاصل ہوتی ہے۔ اسلام میں ایک عام آدمی سے لے کر رئیس مملکت تک تمام افراد قانون کی نظر میں مساوی ہیں اور قانون کے تابع ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

”فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعِ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ“ (۳۶)

(اے رسول اللہ ﷺ آپ لوگوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرو اور اس قانون حق کو چھوڑ کر جو تمہارے پاس آیا ہے لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو)۔

ایک اور جگہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

”إِنِ الْبَٰئِثِينَ يُخَادُّونَ اللَّهَ وَرُسُلَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ“ (۳۷)

(جو لوگ اللہ اور رسول کے مقررہ قوانین کے خلاف کرتے ہیں وہ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں۔ قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات بینات سے یہ بات واضح ہو جاتی کہ اسلام نے عدالتی معاملات میں ہر فرد کے درمیان ہر لحاظ سے توازن کو برقرار رکھا ہے۔ قانون کی نظر میں بڑے سے بڑا

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی (۳۳) جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ ☆ اگست ۲۰۰۲ء
آدمی اور چھوٹے سے چھوٹا آدمی برابر ہے۔
حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

”اقبموا حدود الله في القريب والبعيد ولا تأخذكم في الله لومة لائم“ (۳۸)
(اللہ کی حدیں بلا تمیز قریب اور بعید سب پر جاری کرو اور کسی ملامت کرنے والی کی پروا نہ کرو)
عہد نبوی ﷺ کا ایک مشہور واقعہ ہے جس سے اسلام میں قانون کی بالادستی اور حکمرانی کی حقیقی روح نکھر کر سامنے آتی ہے۔ قریش کی ایک مخزومی عورت نے چوری کا ارتکاب کیا۔ لوگوں کو فکر ہوئی کہ اگر اس کو سزا ہوگئی تو ہماری جگہ ہنسائی ہوگی۔ ان لوگوں نے حضرت اسماءؓ کو آمادہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر عورت کو چھوڑ دینے کی سفارش کریں۔ جب حضرت اسماءؓ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور اپنا بیانیہ اضمحیر بیان کیا تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

”انما اهلك الذين قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد وايه الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها“ (۳۹)

(تم سے پہلے والے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی غریب چوری کرتا اس پر حد قائم کرتے اور اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا)۔

خليفة اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب خلافت کی ذمہ داری سنبھالی اور بیعت عامہ کے بعد ایک مختصر و جامع تقریر کی۔ اس میں آپؓ نے اپنی آئندہ سیاسی حکمت عملی کو واضح کرتے ہوئے قانونی مساوات کا ذکر ان شاندار الفاظ میں بیان فرمایا :

”صاحبو! میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں حالانکہ تم لوگوں میں سب سے بہتر نہیں ہوں اگر میں فلاح و بہبود کے کام کروں تو میری امداد کرو نادر نہ اصلاح کر دیتا۔ صدق و صفائی اپنا دین تدار نہ فرض خیال کروں گا۔ کذب و دروغ منصبی خیانت تصور کروں گا۔ تم میں سے کمزور میرے نزدیک طاقتور ہوگا۔ ظالم سے اس کا حق دلا کر رہوں گا۔ تم میں سے طاقتور میرے نزدیک کمزور ہوگا ان شاء اللہ مظلوم کا حق اس سے دلاؤں گا۔ دیکھو تم میں سے کوئی جہاد ترک نہ کرے جس قوم نے اس

علی و تحقیق مجلہ فقہ اسلامی ۳۵۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ ☆ اگست ۲۰۰۲ء

سے اجتناب کیا وہ دینا میں اپنی عزت قائم نہیں رکھ سکتی۔ میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو لیکن جب خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت ضروری نہیں“ (۴۰)۔

مولانا عبدالسلام ندویؒ اپنی کتاب ”اسوہ صحابہ“ میں خلفائے راشدین کی قانونی مساوات اور قانون کی بالادستی کے سلسلے میں لکھتے ہیں :

”صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ معزز خود خلیفہ وقت تھا لیکن اگر اس سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا تھا تو رعایا کا ہر فرد اس کی پیٹھ پر کوزا مار سکتا تھا۔ ایک بار حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اعلان فرمایا کہ میں صدقے کے اونٹ تقسیم کروں گا۔ سب لوگ آئیں مگر ہمارے پاس کوئی بلا اجازت نہ آئے لیکن ایک بدو ہاتھ میں مہار لیے ہوئے آیا اور بلا اجازت ان کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے اسی مہار سے اُسے مارا۔ جب اونٹ کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اس کو بلایا اور کہا کہ اسی مہار سے اپنا قصاص لو۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ سنت نہ قائم کیجئے! بولے قیامت میں خدا کو کیا جواب دوں گا“ (۴۱)

مولانا عبدالسلام ندویؒ مزید لکھتے ہیں :

”ایک بار حضرت عمرؓ امور خلافت میں مشغول تھے۔ ایک شخص فریاد لے کر آیا۔ انہوں نے غصے میں اس پر کوزا اٹھایا۔ وہ ناراض ہو کر چلا تو خود ہلا کر اس کے سامنے اپنا کوزا اڑا دیا اور کہا کہ مجھ سے قصاص لے“ (۴۲)

یہ واقعات تو خلفائے راشدینؓ کی اپنی ذاتی زندگی سے متعلق قانونی مساوات کی حقیقت اور صورت حال کو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اب ان خلفائے راشدینؓ کے ماتحت امراء و عمال کے متعلق قانون کی حکمرانی اور بالادستی کے ضمن میں حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے جو آپؓ نے عوام کو خطاب کرتے ہوئے اپنے عاملوں اور افسروں کی سرزنش اور تادیب کے متعلق ارشاد فرمایا :

”خدا کی قسم میں اپنے افسروں کو تمہارے یہاں اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہارے منہ پر چپت ماریں یا تمہارے مال چھین لیں۔ میں انہیں تمہارے پاس اس لئے بھیجتا ہوں کہ وہ تمہیں تمہارا دین اور تمہارے نبی ﷺ کی سنت سکھائیں جس کسی کے ساتھ دین اور سنت سے ہٹا ہوا سلوک کیا جائے اسے چاہیے کہ اپنا معاملہ میرے سامنے پیش

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی (۳۶) جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ ☆ اگست ۲۰۰۲ء
کرے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں متعلق افسر سے اس
(مظلوم) کا بدلہ لے کر رہوں گا۔

یہ سن کر عمر ذہن العاص اچھل کر کھڑے ہو گئے اور بولے:
”امیر المؤمنین! کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی رعایا پر والی مقرر کیا گیا
ہو اور وہ ان میں سے کسی کی تادیب کرے تو آپ اس سے اس آدمی کی جانب سے
قصاص لیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری
جان ہے میں اس سے ضرور قصاص لوں گا اور میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو اپنے آپ
سے قصاص دلواتے دیکھا ہے۔“

سنو! تم لوگ مسلمانوں کو مار کر انہیں ذلیل و خوار نہ کرو۔ ان کی حق تلفیاں کر کے ان
کو کفر کی طرف مت ہٹاؤ اور انہیں لے کر جنگوں اور دلدلوں میں نہ گھسوکو وہ تباہ
ویرباد ہو جائیں“ (۳۳)

مولانا عبد السلام ندویؒ اپنی کتاب ”اسوہ صحابہ“ میں لکھتے ہیں:

”غیر قومیں جب حلقہ اسلام میں داخل ہوتی تھیں تو عدم تعود کی بنا پر ان کو اس
مساوات پر سخت تعجب اور تعجب کے ساتھ ناگواری ہوتی تھی۔ جبکہ ابن ابیہم غسانی
شام کا ایک رئیس تھا جو مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے ایک بار کسی شخص کی آنکھ
پر تھپڑ مارا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے قصاص لینا چاہا تو اس نے کہا: کیا اس کی آنکھ اور
میری آنکھ برابر ہے؟ میں اس ملک میں رہنا پسند نہ کروں گا جہاں مجھ کو بھی کوئی
دبا سکتا ہے۔ چنانچہ مرتد ہو کر روم کی طرف بھاگ نکلا“ (۳۴)

علامہ ابو الحسن الماوردیؒ اپنی کتاب ”احکام السلطانیہ“ میں لکھتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے حکام کو لکھا:

”انصاف میں تمام لوگوں کو برابر سمجھو۔ قریب و بعید میں فرق و امتیاز اور رشوت سے بچو“ (۳۵)
حضرت عمرؓ بن الخطاب نے حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کو لکھا:

”ممارے انسانوں کو اپنی نظر میں یکساں رکھو اور اپنی مجلس میں ان کے ساتھ یکساں
سلوک کرو تاکہ کمزوروں کو تم سے انصاف کی امید باقی رہے اور معززین میں یہ خیال
نہ پیدا ہو کہ تم ان کی خاطر دوسروں پر زیادتی کر سکتے ہو“ (۳۶)

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کا کوئی حافی نہیں: (محدث بلوزراء)

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۳۷﴾ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ ☆ اگست ۲۰۰۲ء

حضرت علیؑ نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی تو ایک عام آدمی کی طرح اس کے خلاف قاضی شریحؒ کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا۔ قاضی نے حضرت علیؑ سے ثبوت طلب کیا لیکن وہ قانون عدل کے مطابق ثبوت پیش نہ کر سکے۔ اس لئے قاضی نے مقدمہ خارج کر دیا۔ یہودی نے مقدمہ توجیت لیا لیکن اس بات نے اسے بہت متاثر کیا کہ صدر حکومت نے عام شہری کی طرح عدالت میں استغاثہ دائر کیا اور جج نے ان سے کسی قسم کا ترجیحی سلوک روانہ رکھا اور اسی بات پر وہ بہ رضا و رغبت ایمان لاکر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (۳۷)

مشہور صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ ایک دفعہ قیصر روم کے دربار میں سفیر بن تشریف لے گئے تو آپؐ نے ایک موقع پر خلیفہ وقت کے متعلق فرمایا:

”ہمارا سردار ہم میں سے ایک فرد ہے۔ اگر ہمارے مذہب کی کتاب اور ہمارے پیغمبر ﷺ کے طریقہ کی پیروی کرے تو ہم اس کو اپنا سردار باقی رکھیں گے اور اگر ان کے سوا وہ کسی اور چیز پر عمل کرے تو ہم اس کو معزول کر دیں۔ اگر وہ چوری کرے تو ہاتھ کاٹیں اور اگر زنا کرے تو سنگسار کریں اور اگر وہ کسی کو گالی دے تو وہ بھی اس کو اسی کی طرح گالی دے اگر وہ کسی کو زخمی کرے تو اس کا بدلہ لینا پڑے وہ ہم سے چھپ کر پردہ میں نہیں بیٹھتا۔ وہ ہم سے غرور نہیں کرتا۔ مال غنیمت میں اپنے آپ کو ہم پر ترجیح نہیں دے سکتا وہ ہم میں ایک معمولی آدمی کا تہیز رکھتا ہے“ (۳۸)

قرآن وحدیث کے ان نصوص اور آثار صحابہ کرامؓ سے قانونی مساوات اور قانون کی حکمرانی وبالادستی کی جو حقیقی روح نکھر کر سامنے آتی ہے اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ عام قیدی ہو یا سیاسی قیدی، معزز ہو یا لدنی، امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا رعایا سب کیلئے ایک ہی قانون ہے اور ایک ہی عدالت ہے۔ تمام کو ایک ہی عدالتی طریقہ کار کے ذریعے قید و جیل کی سزا دی جائے گی۔ کسی کے ساتھ امتیازی سلوک کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

قید و جیل میں کلاس اے اور بی کا تصور:

اسلام تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی اصل کی مختلف شاخیں قرار دیتا ہے اور پیدائشی طور پر کسی کو ایک دوسرے پر کوئی فوقیت و برتری حاصل نہیں۔ گورابو یا کالا ہو، مشرق کا رہنے والا ہو، مغرب کا رہنے والا ہو، کسی قوم، کسی نسل، کسی خا قے کا رہنے والا ہو سب بحیثیت انسان برابر۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً“ (۴۹)

(اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔)

اسلام میں شرافت اور رذالت کی کوئی صرف دین و تقویٰ ہے اور اس کوئی پر لوگوں کو جانچنا اور ان کے شریف و رذیل کے درمیان امتیاز کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ باطنی امور کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ان باطنی امور میں دخل دینے کا اختیار کسی فرد، گروہ اور ریاست کو حاصل نہیں۔ اسلامی ریاست کی تمام پالیسی ظاہری حالات پر مبنی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے وہ اپنے ہر شرعی کو جو شریعت کی شرائط پوری کر رہا ہے معاشرتی مرتبہ کے لحاظ سے ایک ہی درجہ میں رکھتی ہے اور اس حقیقت سے اس کے ساتھ معاملہ کرتی ہے۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے :

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ“ (۵۰)

(اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف شاخوں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کر دیا ہے تاکہ تمہاری آپس میں شناخت ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو اس سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔)

حضور اکرم ﷺ کے اعلان نبوت نے دور جاہلیت کے تہرور اور حسب و نسب کے فخر کو زمین بوس کر دیا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے :

”قَدْ أَذْهَبَ اللَّهُ عَنْكُمْ غِبْيَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخَّرَ بِهَا بِلَاءُ أَمْلَاهُمْ مَوْسِمَ تَقَىٰ وَفَاجِرِ شَقَىٰ وَالنَّاسُ بَنُو آدَمَ مِنْ تَرَابٍ“ (۵۱)

(اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے تم میں سے جاہلیت والے تکبر و غرور اور آب و اجداد پر تفاخر کو دور کر دیا ہے (اب یا تو) پرہیزگار مومن ہے یا بدکار شقی سب لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوا تھا۔)

حضور اکرم ﷺ نے اپنے تاریخی خطبہ حجۃ الوداع میں نسل و وطن، زبان اور رنگ کی

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۳۹﴾ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ ☆ اگست ۲۰۰۲ء
تفریق کو یہ کہہ کر مثالیہ:

”ایہا النیاس الان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا للاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بتقوی“ (۵۲)

(اے لوگو! خبردار تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ خبردار عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے)
حضرت عمر فاروقؓ نے اس اصول کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی تھی:

”لیس بین اللہ احد نسب الا بطاعته۔ فالناس شریفہم و ضعیفہم فی دین اللہ سواء“ (۵۳)

(اللہ اور کسی شخص کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے مگر اس کی اطاعت کے واسطے سے۔ اس وجہ سے خدا کے قانون میں شریف اور حقیر سب برابر ہیں۔)

فتوحات عراق کے سلسلہ میں ایک جگہ مقامی باشندوں نے پہ سالار فوج حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں کوئی خاص کھانا بطور تحفہ بھیجا اور یہ کہلایا کہ یہ خاص آپ کیلئے ہدیہ ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کیا تم نے اس قسم کی ضیافت فوج کی بھی کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ یہ سن کر انہوں نے ان کی ضیافت قبول کرنے سے انکار کیا اور فرمایا:

”لا حاجة لنا فیہ بنس المرء ابو عبیدہ ان صاحب قومنا من بلادہم و امر اقوامنا ہم دونہ اولہم یہریقوہا۔ فاستائر علیہم بشئ یشیہ لا واللہ لا یاکل مسافاء اللہ علیہم الا مثل ما یاکل اوساطہم“ (۵۴)

(ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ابو عبیدہ سے زیادہ ہر آدمی کون ہو سکتا ہے جو اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر آئے اور وہ اس کے حکم پر اپنا خون بہائیں اور جب مال غنیمت ہاتھ آئے تو وہ کسی چیز میں ان کے اوپر اپنے آپ کو ترجیح دے نہیں خدا کی قسم یہ بندہ خدا کے اس بخشے ہوئے مال میں سے صرف وہی کھائے گا جو دوسرے لوگ کھائیں گے۔)

قرآن وحدیث کے ان نصوص اور آثار صحابہ کرامؓ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اسلامی معاشرے کے تمام افراد کی معاشرتی و سماجی حیثیت بالکل مساوی اور برابر ہوتی ہے۔ اسی اصول مساوات کی بنا پر ریاست تمام شریوں کو برابری کی بنیاد پر وہ تمام حقوق عطا کرتی ہے جن

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۲۰﴾ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ ☆ اگست ۲۰۰۲ء
کے وہ از روئے شریعت مستحق ٹھہرتے ہیں۔ ان حقوق کی فراہمی میں شریوں کے درمیان کوئی
فرق و امتیاز روا نہیں رکھا جاتا کیونکہ اسلام تمام شریوں کو مساوی حقوق عطا کرتا ہے۔

اسلام کے اس اصول مساوات کو مد نظر رکھتے ہوئے جب ہم قیدیوں کو فراہم کردہ
امتیازی سولتوں اور رعایتوں کے مجوزہ تصور یعنی کلاس اے اور کلاس بی پر نظر دوڑاتے ہیں تو یہ
بات اسلامی اصول سے بالکل مطابقت نہیں رکھتی۔ اسلام کے اس اصول کا تقاضا تو یہ ہے کہ تمام
مجرموں کو جیل خانہ میں مساوی سولتیں اور آسائشیں بہم پہنچائی جائیں۔ اسلام اس امتیازی
سلوک کو کسی صورت میں بھی جائز نہیں ٹھہراتا کہ کچھ مجرم اپنی شان و شوکت، مال و دولت،
حسب نسب اور عمدہ و مرتبہ کی بنیاد پر جیل میں کلاس اے اور کلاس بی کی عمدہ اور فرحت، خوش
آرامی اور پرسکون سولتوں اور آسائشوں سے لطف اندوز ہوں اور کچھ مجرم اپنے ذاتی تنزل و ادبار
اور مال و دولت اور عمدہ و اختیار کی کمیائیگی کی بدولت ان سولتوں سے محروم رہیں بلکہ ان کے
ساتھ انسانیت سوز سلوک روا رکھا جائے۔

دراصل ہمارے معاشرے کے جیل خانوں میں مردہ کلاس میں اے اور کلاس بی
کا تصور استعمار پسند انگریزوں کا رائج کردہ نظام ہے جنہوں نے اس خطے پر اپنے اقتدار کے دوران
اپنے مذموم مقاصد کے حصول کیلئے لاگو کر رکھا تھا۔ اسلامی ریاست میں اس امر کی کوئی گنجائش
نہیں کیونکہ اسلام میں سربراہ ریاست سے لے کر عامۃ الناس کے حقوق مساوی ہوتے ہیں۔ کلاس
اے اور کلاس بی کا تصور اسلامی عدل و مساوات کے منافی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ“ (۵۵)

(بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔)

اسلامی ریاست اور عدلیہ کیلئے لازم ہے کہ وہ تمام قیدیوں کے ساتھ عدل اور انصاف
کے تقاضے پورے کرے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

”وَإِذَا حُكِمَ عَلَى النَّاسِ أَنْ يَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ“ (۵۶)

(اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔)

جیل میں قیدیوں کے ساتھ کلاس اے اور کلاس بی کا فرق و امتیاز شریوں کے درمیان
اصلی و ادنیٰ ہونے کی واضح تمیز ہے جبکہ عام قیدیوں کیلئے کلاس سی کی سولتیں انسانیت کی تذلیل
کا باعث بنتی ہیں۔ چنانچہ فرق مراتب کا یہ ٹانٹا بالکل غیر شرعی ہے۔ البتہ تعزیر کے معاملے

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۳۱﴾ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ ☆ اگست ۲۰۰۲ء

میں فرق مراتب کی منجائش اسلام میں موجود ہے جبکہ تعزیر اصلاح کیلئے تادیب اور زجر ہو۔
امام ابو الحسن الماوردیؒ اپنی کتاب ”احکام السلطانیہ“ میں لکھتے ہیں :

”اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کی تادیب اسفل طبقہ کے لوگوں سے خفیف ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بڑے لوگوں کی لغزشیں معاف کر دیا کرو۔ لہذا تادیب میں فرق مراتب کا ضرور لحاظ رکھا جائے اگر حدود معینہ میں سب مساوی ہیں۔ پس بہت بڑے رتبے کے شخص کی تعزیر یہ ہے کہ اس سے اعراض کیا جائے۔ اس سے کم رتبہ کی یہ ہے کہ اس سے ناک چڑھائی جائے۔ اس سے کم رتبہ کی یہ ہے کہ اس کو جہز کا اور برہملا کما جائے جس میں تمت یا گالی نہ ہو۔ اس سے کم رتبہ ہوں تو قید کی سزا دے۔ (۵۷)

قیدیوں سے مشقت کرانا

قیدیوں سے مشقت کرانے کے سلسلہ میں اسلام یہ اصول مہیا کرتا ہے کہ ہر قیدی کی جسمانی طاقت و استعداد کے مطابق اس سے مشقت کرائی جائے۔ کسی قیدی پر اس کی طاقت سے زیادہ مشقت کا بوجھ ڈالنا سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔ اس اصول کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد یوں ہے :

”لَا يَكْفِيُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا“ (۵۸)

(اللہ تعالیٰ کسی پر ناقابل برداشت بوجھ نہیں ڈالتا)

قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ“ (۵۹)

(اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہاری تنگی نہیں چاہتا۔)

قرآن حکیم کے ان احکامات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرنے سے قید کر دیا جائے تو جیل میں اس سے مشقت اس حد تک کرائی جاسکتی ہے جس کی وہ استطاعت رکھتا ہو۔ استطاعت سے زیادہ مشقت کرانا ظلم کے زمرہ میں آتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

”مَنْ يَشَاقِقْ يَشْفِقْ اللَّهُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (۶۰)

(جس نے کسی شخص کو مشقت میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو مشقت میں ڈالے گا)

عمر رسالت میں بدری قیدیوں میں جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کو دس دس بچوں

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ : تمام لوگ فقیر ہیں امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۴۲﴾ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ ☆ اگست ۲۰۰۲ء
کو تعلیم دینے کی ذمہ داری سوہنی مٹتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان بدری قیدیوں کو یہ ذمہ داری
ان کی خواہش و طاقت کے مطابق سوہنی تھی۔

قیدیوں کا مخصوص لباس: انگریزوں نے اپنے دور اقتدار میں یہاں کے قیدیوں کی
تذلیل و رسوائی کی خاطر ان کیلئے ایک مخصوص قسم کا لباس تیار کر رکھا تھا جو جیل خانوں میں قیدیوں
کو پہنایا جاتا تھا۔ ان کے اقتدار کے خاتمے کے بعد بھی یہ مخصوص لباس ابھی تک اپنی سادہ شکل
و کیفیت سے ملتا جلتا قیدیوں کو فراہم کیا جاتا ہے۔ اسلام انسانیت کی اس طرح کی حقارت و تذلیل
کو جائز نہیں ٹھہراتا۔ اگرچہ کہ اس سے کوئی غلطی یا گناہ کا ارتکاب ہو جائے پھر بھی وہ اسے اس کا
جائز مقام کا مستحق گردانتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

”وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ“ (۶۱)

(اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے۔)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

”وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ“ (۶۲)

(اور اس نے تم کو تمام جہان کی مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔)

اسلام نے انسان کو جو عظمت اور مرتبہ عطا کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر انسان ایک
دوسرے کی عزت و تکریم کرے اور محبت سے پیش آئے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”الخلق عيال الله فاحب الحلق الى الله من احسن الى عياله“ (۶۳)

(تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف مخلوق میں سے بہترین وہ ہے جو اس کے کنبہ
کی طرف احسان کرے۔)

قرآن وحدیث کے ان احکام سے عظمت انسان واضح ہو جاتی ہے۔ انسان کی اسی عظمت
کا تقاضا یہ ہے کہ جیل میں قیدیوں کے ذلت آمیز خصوصی لباس کو ختم کیا جائے اور انہیں عام
لباس پہننے کیلئے مہیا کیا جائے کیونکہ کسی غلطی یا گناہ کا مرتکب ہونے سے اس کی تذلیل کرانا
درست اقدام نہیں ہو سکتا۔ ان آدم گناہوں سے پاک نہیں۔ لہذا گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد
جیل میں تذلیل آمیز خصوصی لباس پہنانا انسان کو اپنے اصل مقام و مرتبہ سے گرانے کے
مترادف ہے۔

لام محمد بنی اور لیس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

جیل میں قیدیوں کی سزا کی کیفیت: جیل میں قیدیوں کو انسانیت

سوز سزا دینے کی اسلام میں کوئی معجائش نہیں بلکہ سزا اس قسم کی ہونی چاہیے جس سے قیدیوں کی اصلاح ہو اور وہ اپنے گناہوں اور غلطیوں پر نادم و شرمندہ ہوں۔

فتاویٰ عالمگیری کے فقہائے کرام قیدیوں کی سزا کے متعلق لکھتے ہیں:

”قاضی کو نہ چاہیے کہ کسی قیدی کو قرضہ وغیرہ کے عوض مارے اور نہ اس کو جکڑے

اور نہ بیڑی ڈالے اور نہ طوق پہناوے اور نہ پھیلا کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور نہ

اس کو بھونڈ کرے اور نہ آفتاب میں کھڑا کرے“ (۶۴)

حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؒ نے اپنے جیل حکام کو قیدیوں کی سزا کے متعلق جو فرمان جاری کیا تھا اس میں یہ حکم بھی شامل تھا۔

”تمہارے قید خانوں میں جو مسلمان قیدی ہوں انہیں اس طرح باندھ کر نہ رکھو کہ وہ

کھڑے ہو کر نماز نہ ادا کر سکیں۔ قتل کے مجرموں کے علاوہ کسی قیدی کو رات

بھر بیڑیوں میں نہ رکھا جائے۔ صدقہ کی مد سے ان کیلئے اتار دینے مقرر کر دو کہ روٹی

سالن کیلئے کافی ہو“ (۶۵) مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر ایسا قیدی ہو جس کے پاس مال

ہے اور وہ قرضہ ادا کرنے سے انکار کرتا ہے تو اس کے واسطے چاہیے کہ گہری جگہ

قید کیا جاوے کہ فرش وغیرہ کچھ نہ ہو اور نہ کوئی اس کے پاس جانے پاوے تاکہ اس کا

قلب پریشان ہو (۶۶)

خوراک و رہائش اور دیگر ضروریات کی با حسن فراہمی

قیدیوں کی خوراک و رہائش اور صحت و تندرستی کا مناسب خیال اور بند و بست کرنا بہت

ضروری ہے۔ ان ضروریات سے غفلت اور لاپرواہی برتنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ انسان کی

بنیادی ضرورت کھانے پینے کی ہے۔ جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

”وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حَتْبِهِ مِمَّنْ كَيْنَا وَنَبْنِيئَا وَأَسْبِغُوا“ (۶۷)

(اور مسلمان اللہ کی محبت کی خاطر مسکینوں یتامی اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں)

قرآن مجید کا کھانا کھانے کا یہ حکم جنگی قیدیوں اور دیگر قیدیوں کیلئے عام ہے۔ انسان کی

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۳۳﴾ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ ☆ اگست ۲۰۰۲ء
اس بنیادی ضرورت خوراک کے متعلق اسلام جو اصول ہمیں بتلاتا ہے وہ ہے پاک و طیب خوراک
کا ہونا جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے :

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا“ (۶۸)
(اے لوگو زمین میں سے حلال اور طیب چیزیں کھاؤ)

حلال اور طیب چیز سے مراد ایسی چیز ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو اور وہ
خوشگوار اور فرحت بخش ہو۔

خوراک کی بنیادی ضرورت کے علاوہ صاف ستھری اور حفظانِ صحت کے اصولوں کے
مطابق رہائش بھی لازمی چیز ہے۔ اسلام صحت و صفائی اور طہارت و پاکیزگی پر بہت زور دیتا ہے۔
قرآن مجید میں حضور اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر ارشاد ہوا :

”وَيُنَبِّئُكَ فَطَهَّرْ - وَالرُّخْزَ فَاهْجُرْ“ (۶۹)
(اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں اور گندگی سے دور رہیں)
معلم انسانیت ﷺ کا ارشاد ہے :

”الطَّهَارَةُ شَطْرُ الْإِيمَانِ“ (۷۰)
(طہارت نصف ایمان ہے)

حضرت سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں :

”ان الله طيب يحب الطيب نظيف يحب النظافة كريم يحب الكرم جواد
يحب الجود فنظفوا“ (۷۱)

(بے شک اللہ تعالیٰ طیب ہے طیب کو پسند فرماتا ہے پاک و صاف ہے پاکی کو پسند فرماتا ہے کریم
کرم سے محبت رکھتا ہے خجی ہے خجی کو دوست رکھتا ہے۔ لہذا تم لوگ بھی پاک و صاف رہو)

قرآن وحدیث کے ان نصوص سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے قیدیوں کی بنیادی
ضروریات یعنی عمدہ خوراک اور صاف ستھری رہائش کی فراہمی کیلئے جامع اصول ہمیں ذہن نشین
کرائے ہیں۔ قیدیوں کیلئے متوازن غذا اور فرحت بخش خوراک ان کی صحت و تندرستی کیلئے ناگزیر
ہے۔ قید کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں رہائش سے بھی ان کی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔
قیدیوں کی صحت و تندرستی کو قائم دائم رکھنے کی خاطر مناسب غذا اور رہائش کا بندوبست اسلام کے
نزدیک اولین اہمیت کا حامل ہے۔ اسلامی ریاست اسلام کے ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی شرعا